باب ۵

تجرید سبحانیّت و عینیّتِ سجدہ

سب سے پہلی سبحان حمد وثناء قلم نے کی۔ اللہ کے فرمانے پر قلم نے بسم اللہ لکھی۔ جس نے بسم اللہ کی اس کے ساتھ اللہ۔ قلم کا ظہور سرنگوں ہو کر ہی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے سجدہ ظہور کی نشانی، مکمل عاجزی، مکمل سپردگی، قرب ہے، اپنی انفرادیت ہے۔ پھر بھی عاجزی۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِo عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۔

سکھایا قلم سے انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ پہلا سبق اقراء اور پس پردہ رہ کر 'قُلْ' آپ ہی کہدیں۔ سارا کلام اسی قل کے پردہ میں محبوب سے ایکائی کی تفسیر ہے۔

سبحان اللہ، سبحان رب العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ، سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان ملک القدوس، سبحان اللہ عمایشر کون، سبحان رب العزت عمایصفون۔ اور سلام علی المرسلین۔

پندرھویں پارہ میں نبیوں کا ذکر ہے۔ ان کی پیدائش پر سلام، ان کی زندگیوں پر سلام، ان کی موت پر سلام۔ حضرت عیسیٰ کے ذکر میں ہے کہ خود ان پر سلام۔ اور محبوب دو عالمؐ کے لئے درود و سلام۔ رَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ۔

یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیّ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۔

یہ کلام، یہ حمد و ثناء، یہ مرسلین پر سلام شدّتِ حُب کی بات ہے۔ سبحانیت کے انداز میں نورِ محمدیؐ کی تجلی ہے کائنات میں۔ ذرہ ذرہ تسبیح میں ہے، سبحانیت کے

ذکر میں ہے۔ ''رَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ'' تمہارا ذکر بلند کیا -- جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ان کی سبحانیت بیان کر رہا ہے۔ ''یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' یہ کائنات، جمادات، نباتات، حیوانات مخلوق درمخلوق ان کی سبحانیت کی تکرار کر رہے ہیں۔ اور یہ شاہکار تخلیق، اشرف المخلوقات تو سبحانیت کے پیکر میں ڈھالا گیا تھا۔ ہر روز اس کے لئے نئی آن نئی شان ''کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَان'' یہ بہار کی آمد، کلی کا چٹکنا، گل کا کھلنا، خوشبوئیں پھیلنا، سبحان اللہ۔ یہ کوئل کی کوک، نالۂ بلبل، نے کی فریاد، صوتِ سرمدی، چشموں کا ترنم، سبحان اللہ۔ یہ صبح کا سماں، شام کی شفق، بادلوں کے رنگ، برسات کی رات، سبحان اللہ۔ یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ چرند ، ایک خلقت لاتعداد ولاتعین۔

رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار ۔

ہے حسن کا جلوہ ہر ہر جا، سبحان اللہ ، سبحان اللہ۔

یہ لفظ سبحان اللہ تجرید کی بسم اللہ ہے۔ لطافتوں میں حُسن کو پانا تجرید ہے۔ حسن کو بغیر حسین کے لاتعین میں پانا تجرید ہے۔ تعینات سے ہٹ کر حقیقت کی جھلکیاں پانا تجرید ہے۔ ان تجریدوں میں پہلے حسن کی تجرید ہے، اس کے بعد خوبی کی تجرید، پھر شہادت وغیرہ۔ اس کے آگے چل کر وہ ہے جب اللہ اپنی بصیرت عطا کرتا ہے۔ اب ساری تحریریں مل کر ایک ہو جاتی ہیں۔ تجرید اُولیٰ یا تعینِ اُولیٰ، اسے نورِ محمدیؐ کہتے ہیں۔ اس تجریدی شان میں شاہکارِ تخلیق کو دیکھیں۔ اس کا بچپن، جوانی، بڑھاپا، اس کی پیدائش، اس کی زندگی ، اس کو موت۔ وہ معصوم بچہ فطرت کا مظہر، وہ انبیائے معصوم حق کے مظہر، وہ انسان کی

جوانی، وہ اس کی شجاعت، صداقت ، عدالت، دیانت، امانت، سبحان اللہ۔ وہ اس کا خلوص، ایثار، قربانی کا جذبہ، شوقِ شہادت، سبحان اللہ۔ وہ اس کی شادی اور موت پر روپ نکھر آنا، وصال دائمی سہاگ سبحان اللہ کہتا وہ اس کا عشق۔ وہ حسن پر مر مٹنا۔ کسی کو دیکھ کر بے ساختہ سبحان اللہ کہنا۔ اس میں عقل کا دخل کہاں وہ خود حق کا ظل ہے اس لیے سبحان اللہ کہتا ہے۔ ورنہ کسی کی مجال کہ سبحان اللہ کہہ سکے۔

یہ وہی ''اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَف'' کا جذبہ اولین ہے۔ اسی کے تحت یاد، بے قراری ، دیدار کی تڑپ، شوقِ کلام ٹھنڈے آنسو ہیں۔ یہ سبحانیت کی تجلّی ہے۔ آئینہ میں کوئی جلوہ دیکھا تو پیکرِ حسن سے بھی حسین تر۔ خوبصورت منظر دیکھا تو ٹھنڈے آنسو خود بخود نکل آئے، یا اسی جگہ مر جانے کو دل چاہا، یا کسی ادا پر مر مٹے، تو اب نہ اپنے تن بدن کا ہوش، نہ کائنات کا، نہ محبوب کا، نہ جلوے کا، اور کبھی کسی کی آنکھ دیکھ کر ایسے قتل ہوئے کہ سبحان اللہ کہنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ مرنے سے پہلے مر گئے۔ ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ'' کی منزل چشمِ زدن میں حاصل کر لی۔ جان سے فانی ہوئے، جاناں میں بقا ملی۔

من زجاں فانی بہ جاناں با قیم.

اب وہ دشت، وہ دیوانگی، وہ حیرت، وہ حسرت وہ شوق، وہ وجدان وہ وارفتگی، وہ بھنور مستانے، مجنوں کہلائے۔ لیلیٰ نے پیالہ توڑ دیا۔ عشق پکار اٹھا، سبحان اللہ۔

یا پھر انا لیلیٰ کہہ اٹھے۔ آہوئے ختن کی طرح اپنے مُشکِ ذات کی خوشبو پھوٹی۔ اپنے وجود کی بھی خبر نہ رہی۔ نہ خبر کی خبر۔ آھوئے دشت ھوتم از ماسوار میدہ. سبحان اللہ.

یا امام زین العابدینؒ اور امام ابُو میریؒ کی طرح سختی، بیماری، ابتلا، کرب و بلا میں بھی ذکر محبوبؐ جاری ہوا۔ توصیف محبوبؐ لب پر آئی۔ سوائے محبوبؐ کے کچھ نہیں۔ دل کی دنیا میں شکایت کیسی۔ بس درودو سلام ہی اس شوق کی دنیا میں الحیات کی نشانی بنی۔ سبحان اللہ۔

یا بی بی فاطمہؓ کی تسبیح قلب و روح سے جاری ہوئی۔ سبحان اللہ۔ الحمد اللہ۔ اللہ اکبر۔ جمال نبوت کی تجلی ملی۔ ان ہی کی جوتیوں کے صدقے ولایت عطا ہوئی۔ وہ حق کا روپ، حق کا مظہر۔ محبوب سبحانی، سبحانی ما اعظم شانی، (سبحان اللہ ہماری کیا عظیم شان ہے) یہ کسی کی شان کیا دیکھی کہ اور تڑپ بڑھی۔ آنکھیں محبوب کے دیدار کے لیے اور ترس گئیں۔ وہ پیا ملن کی آس۔ اب بغیر اپنے رب کے دیدار کے مومن کو راحت نہیں۔ ''لَا رَاحَتَ لِمُؤْمِنٍ غَیْرَ لِقَاءِ رَبِّہٖ'' دل میں بسایا تھا، اپنایا تھا، اس لیے ایمان بالغیب محکم ہے۔ صدقت یا رسول اللہ۔ اسی صداقت، ایمان ومحبت میں روح کی کلی کھلی۔ وہ انبساطِ روح، روح اعظم سے رابطہ، مستی وحدت الوجود، بہ نوکِ خاری رقصم والی بات۔ زمان مکان سے نجات ملی۔ بصیرت روح حاصل ہوئی۔ تیسری آنکھ کھلی۔ ''ینظر بنوراللہ'' پھر معراج۔ ''قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی'' آمنا سامنا۔ مازاغ۔ آنکھوں کی ٹھنڈک مگر اس حالت میں بھی امتی امتی۔ سبحان اللہ۔ وہ معراج سے واپسی۔ صبح اسلام، عروس امم کی نقاب کشائی، سبحان اللہ۔ تحفہ عروسی، نماز، معراج المومنین۔ سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ لفظ سبحان نے ساری دوئی مٹائی۔ ایک ہوئے۔ صلوٰۃ قائم ہوئی۔ پھر بھی عبدہ کی اپنی آن۔ اس دوئی پر قربان۔ تو آقا میں غلام۔ عبد دیگر، عبدہ، چیز ے دگر۔ اطاعت کے لیے جھکے۔ دائرہ کا نصف حصہ رکوع ہوا۔ سبحان ربی العظیم۔ برتر، ہستی کے لیے

اپنے کو وقف کر دینے کی یہ نشانی پیش کی۔ کائنات سے اور ہم آہنگ ہونے کی تصدیق کر دی۔ کائنات میں بھی تو ادنیٰ اعلیٰ کے لیے وقف ہو رہا ہے۔ ادنیٰ، اعلیٰ کے لیے وقف ہونا ربوبیت اور رحمت کی شان ہے۔ رکوع کے بعد اور قرب، سجدہ، سبحان ربی الاعلیٰ، دائرہ کی تکمیل۔ ''قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى'' سجدہ کامل سپردگی کی نشانی۔ سرپائے ناز پر۔ مستی میں بھی سراپا ساقی کے قدم پر۔ قائم الصلوٰۃ ہو کر واصل باللہ ہوئے۔ اس شدت قرب کو پا کر استغفار وجود اور شدت سے جاری ہوا۔ انفاس کا راستہ ملا۔ اپنے باطن حق میں غوطہ لگا کر باہر نکلے۔ سبحان اللہ۔ ''سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ'' جذب میں، انفاس میں سمٹنا۔ لیلتہ القدر تھا۔ اب مست خودی ہو کر آفاق میں پھیلنا۔ مطلع الفجر ہوا۔ معشوق کے ساتھ لیلتہ القدر تھی۔ دن مطلع الفجر بنا۔ محبوبیت میں صائم الدھر ہو کر ابوالوقت بنے۔ کوئی دوئی نہیں۔ من و ساقی بہم سازیم۔ سبحان اللہ۔

مگر سبحان اللہ کہنے میں ایک پردہ سا تھا۔ ایک دوری سی، دوئی سی، ازلی بے قراری کو قرار کیسے آئے۔ یہ غیرت کا حجاب، یہ وجود کا پردہ کیسا عذاب، یہ صفات کو اوٹ کب تک۔ سبحانیت تو کچھ اور ہے۔ سبحان کے معنی تو پاک کے ہیں۔ اللہ پاک، نبی پاکؐ، مرشد پاک ایک ہی توحید میں ہیں۔ یوں پاک ذات کے جو نام لیں وہ اس سے مبرا ہیں۔ خود فرماتا ہے۔ ''سبحان اللہ عما یصفون'' (پاک ہے اللہ اس کی جو بھی صفات بیان کریں) وہ اس سے پاک ہے، اس سے پاک ہے، وہ یہ نہیں، وہ نہیں جو ہے سو ہے۔ تو پھر دوئی اور شرک میں سبحان اور پاک کی کیا تلاش۔ معصوم ہی ہو جائیں۔ معصومیت سبحانیت ہے۔ سبحانیت کے لیے ذکر ہے، یاد ہے، یاد سے آدمی معصوم ہو جاتا ہے۔ اور معصومیت سے خود، یاد پاک ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ

یاد ہوتی ہے کہ ہر آلائش سے پاک، ہر طلب سے پاک، حب محبوب کے علاوہ کچھ اور نہ رہا تو یاد پاک ہوئی۔

بھیک مانی بھئے مانی بھیک بھئے

ناران ہرے ناران ہرے

جب محبوب اور اپنے درمیان دوئی مٹ گئی۔ تب یاد پاک ہوئی۔

من مورا بھیا تن یتیم کا

اب شغل میں نور کپور بھیو

نور کو نور قبول کر سکتا ہے۔ اور پاکی کو پاکی۔ پاک ہونا تو ایسا ہے جو حضرت علیؓ نے فرمایا، دیکھا رب کو رب سے۔ اس لیے جب خود سبحان ہوئے، پاک ہوئے تو سبحانیت پائی۔

اسم نُور، جسم نُور، کل نُور، علم نُور، عین نُور، نُور نُور۔

سبحانیت کے لیے خون کو پاک کیا، اکل حلال سے۔ جو مرشد کی جانب سے ملا وہ اکلِ حلال تھا۔ باقی اپنے خون پسینہ کی کمائی سمجھا تو حرام۔ محرم کے لیے حلال ہے۔ نامحرم کے لیے حرام۔ سبحانیت کے لیے آرزو سے بھی پاک ہوئے۔ آرزو اس طرح پاک ہوئی کہ آرزو سے گذر گئے۔ سبحانیت کے لیے نظر کو بھی، پاک کیا۔ نظر اس وقت پاک ہوئی جب سوائے محبوبؐ کے کچھ نظر نہ آیا۔ یہاں تک وہ شدت نصیب ہوئی کہ اپنا آپا، محبوب اور نظر تینوں غائب ہو گئے۔ اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہوئی۔ نہ عاشق رہا، نہ معشوق، نہ عشق تو پاک ہوئے۔ یہ آئینہ خانہ، یہ بت خانہ بھی ٹوٹا۔

صورت نہ پرستم من بت خانہ شکستم من

اب رہ گئی انا۔ انسان کی خود انفرادیت۔ بڑی مقدس چیز ہے۔ اُولیٰ

چیز ہے، اللہ کا اجمالی نمونہ ہے۔ جب اس انا سے بھی پاک ہوئے تو پاکی کا کچھ رنگ پا سکے۔ البتہ انائے جزوی سے انائے مطلق حاصل ہونے کے لیے روح سے گذرنا پڑا۔ جب روح اعظم سے رابطہ نصیب ہوا تو موج جو ہے وہ اب دریا ہے جب موج رہی نہ دریا تو پاک ہوئے۔

آں سیل سبک سیرم ہر بند گسستم من۔ شعور، ادراک، عشق، وجدان، سب سے پاک ہوئے۔ ظاہر سے پاک، باطن سے پاک، نہیں سے پاک ''ہے'' سے پاک۔

من نیست باقی ہست او انا الیہ راجعون

''ہے'' کی تو ایک مستی سی چھائی تھی۔ یعنی ایک، ہے کا کیف سا۔ اسی کو مئے الست کہتے ہیں۔ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کے پیمان کا روح میں شعور باقی تھا۔ اسی لیے اس کی طلب لگی رہی۔ ہے، کا انبساط لاجواب ضرور تھا۔ بیان میں نہیں آ سکتا۔ مگر سبحان تو اس سے بھی آگے ہے۔

نُورِ پاک احمدؐ در مشت خاک
سرّ سرّم جانِ جانم من نیم

یہ نور پاک تو نیاز اور بے نیازی سے بھی پاک ہے۔ بے نیازی صمدیت ہے۔ اور بندہ جہاں سے اللہ کہتا ہے وہ مقام سبحانیت کی راہ میں پہلا حجاب ہے۔ حجاب اٹھائیں وجود سے صفات کے چھلکے اتارتے جائیں۔ استغفار وجود کی سنت اپنائیں۔ فہم، معنی، عشق، وجدان، حیرت سب کی لا کرتے ہیں۔ سب کی لا سے آگے پاک ہے۔ اور سبحان تو پاکی سے بھی پاک ہے۔ بندہ صرف سبحان کو پکڑ لے تو ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ نور محمدیؐ کے وسیلے کے بغیر ممکن نہیں۔ نور محمدیؐ کے طفیل جب خود سبحانیت آتی ہے تب ایقان ہوتا ہے۔

ساری صفات ساری تجریدوں سے پاک ہو کر ہی سبحان ہوتا ہے۔ یہ چار ابرو صاف والی قلندری ہے۔ ترکِ ترک۔ رندی۔ رندی کا مصحف روئے یار ہے۔ سبحان کی تلاش میں نکلے۔ صفاتِ ذات اپنا کر رسائی حاصل کرنے کی سوجھی۔ آگ اور خون کے دریا سے گذر کر دیکھا۔ صبر، توکل، نیکی، پاکی، زہد، تقویٰ، عشق، وجدان سب ہی حجابات نکلے۔ ہر جگہ دھوکہ، غیریت، حجاب۔ قمار خانہ میں جان کی بازی لگانے والے پاکباز دیکھے۔ عبادت خانوں میں ریا اور دھوکہ بازی دیکھی۔ سجدہ میں گرے تو زمین پکار اٹھی کیوں مجھے خراب کرتا ہے۔ حرم سے بھی لوٹائے گئے کہ باہر کیا کیا جواب اندر آتے ہو۔ کہیں نہ اپنائے گئے۔ نہ کہیں اپنا پایا۔ واپس آ کر جذبہ رندانہ میں اپنے ٹھکانے کا درکھٹ کھٹایا۔ اب کہیں اندر سے صدا آئی۔ تو بیا بیا عراقی تو زخاصگلانِ مائی۔

سجدہ:

"وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ کیا لذت سجدہ ہے۔ قرب حاصل ہے۔ کیسا سکون، کیسی لطافت، کیسی پاکی، ادھر سے کامل نیازمندی ہے، کامل عجز، کامل سپردگی، ادھر سے رحمت ڈھانپے ہوئے ہے۔ حضوری کی کیفیت ہے۔ معراج المومنین آمنا سامنا۔ شکرِ احسان ہے۔ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ" پاک ہے میرا رب اعلیٰ۔ یہ مکمل پاکی اور سبحانیت میں قرب ہے۔ اب کوئی دوئی نہیں۔ کوئی غیریت نہیں۔ کودی میسر ہے۔ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کی منزل تک پہنچے۔ جینے کا لطف آ گیا۔ اس سجدے سے کون سر اٹھائے۔ پھر سے جدائی کی تلخی کون برداشت کرے۔ یہ سجدہ تو زندگی میں ایک بار ہی نصیب ہوتا ہے۔ محبوبیت کی دلیل ہے۔ تمام احسان و اکرام ہے۔ تو اس محبوبیت کا بھی تو

کچھ صدقہ ہے۔ عبدہٗ کی شان بھی دکھلائی جائے۔ حق بندگی بھی تو ادا ہو جائے۔ ''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' کائنات بھی تو اس عبدہٗ کے رنگ کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہے۔ ایک سجدہ خلقت میں بھی ادا ہو۔ وہی سجدہ تو کمال انسانیت ہے جو معراج سے واپس لوٹ کر ادا ہو۔ اس لیے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں۔ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' کے اس عملی زندگی میں بھی مصداق ہو جائیں۔ کاروبار جہاں میں پھر سے سجدہ کا سبق دھرائیں۔

وہ پہلا سجدہ تو قلم نے کیا تھا۔قلم کو حکم ہوا لکھ۔قلم سجدہ میں سرنگوں ہوا۔تو بسم اللہ لکھی۔ سجدہ کامل عاجزی اور سپردگی میں ادا ہوا۔تب ہی کلام کا ظہور ہوا۔ کلام خود حق تھا۔ سجدہ ظہور کی نشانی ٹھہری۔بغیر سجدۂ عاجزی اور کامل سپردگی کے ظہور کہاں تھا نزول ہی میں ظہور تھا۔قلم کی طرح کھوکھلے ہوئے۔ اپنی انا کو سپرد کر کے ذریعہ اظہار بنے، بسم اللہ اللہ کے ہی ہاتھوں سے لکھی۔ کامل سپردگی کے عالم میں اللہ کے امر کے اجراء کا ذریعہ بنے۔

اور وہ فرشتوں کا حضرت آدمؑ کو سجدہ، خلیفتہ اللہ، مظہر حق کو سجدہ، ان کی نیابت الٰہی کا اقرار کرنا ہوا۔ مقام ملکوت میں نفس کے جنجالوں سے پاک تھی، اللہ پاک کی حمد و ثنا تھی، تسبیح تھی۔ ملائکہ اللہ کی قوتوں کے اظہار تھے۔ سجدہ اطاعت کرا کے ان ملائکہ کو، خلیفتہ اللہ کے زیر فرمان کر دیا۔ مقام ملکوت تک پہنچنے پر بھی مظہر حق کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ سجدۂ تحیت ادا ہوا۔

پھر وہ خود حضرت آدمؑ کا سجدہ، برسوں سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ وہ گریہ و زاری وہ استغفار ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا'' (اے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا) وہ پہلی توبہ نفس کے مقام کی توبہ۔ اپنی عاجزی اپنی بے اختیاری پر بھی خطا کا اعتراف۔

گناہ اگرچہ نہ بود اختیارِ ما حافظؒ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من است

نائبِ حق ہو کر بھی بندہ بندہ تھا، اور خدا خدا۔ ایک معمولی سی چوک، ایک سہو میں قرب کے انوار کی چادر کیا ہٹی کہ وجود کا پردہ پڑ گیا محرم سے نامحرم ہوئے کثافت کے پردوں میں ستر پوشی کی کوشش کی وجود خود پردہ بن گیا۔ نفس اور مادیت کے غلافوں میں اور لپٹتے چلے گئے۔ ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا'' آہ و زاری ، استغفار، سجدہ پر سجدہ، توبہ قبول ہوئی۔ لطیفہ نفس کا درکھلا۔ مہلت ملی، ارتقائے باطن کی راہ ملی، کاروبار جہاں گرم ہوا، حق و باطل کی تمیز کا وقت آیا، باطن کی تربیت شروع ہوئی۔ رہنمائی کے لیے انبیائے مرسلین بھیجے گئے۔ مرشد کی ربوبیت میں ارتقائے روحانی کی منزل پر گامزن ہوئے۔ ہوے ہوتے امر ربانی کے نشر و اجراء کا زمانہ آیا۔ عاجزی میں اپنے کو اس قابل نہ سمجھا۔ دامن چھڑانا چاہا۔ مچھلی نے نگل لیا۔ مرشد کے قبضہ میں کل وجود ہوا۔ لطیفہ نفس کے مقام سے دوسری توبہ جاری ہوئی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

''کوئی اللہ نہیں ہے سوائے تیرے۔ تو پاک ہے۔ میں ظالموں میں سے تھا''

آیۂ کریمہ کا ورد جاری ہوا۔ بحرِ حق کے سات چکر لگے۔ سات منازل سے گذارے گئے۔ (نفس لطیفہ، قلب، روح، سر، خفی، اخفا) توبہ قبول ہوئی۔ لطیفہ قلب کا در کھلا۔ مچھلی نے اگل دیا۔ مرشد سے جدا ہوئے۔ اب دشتِ امکان میں تنہا سفر۔ عبادت، بندگی، خدمت خلق، ذکر حمد و ثنا، سجدۂ تحمید۔ یہ ان لوگوں کا سجدہ تھا۔ جو اس کی رحمانیت کے قائل تھے جنہیں حق کی تلاش تھی۔ تجسسِ حقیقت کی تڑپ تھی۔ دیدار کی تمنا تھی۔ ہم کلامی کا شوق تھا۔ یہ وہ تھے

جن کے لیے ارشاد باری ہے ''جب ان کے آگے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے'' اور مزید ارشاد ہوا ''جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔'' یہ ان آیات رحمانی کی طرف اشارہ ہے جو قلب و جان کی تسکین کا باعث ہیں۔ یہ سجدہ یہ تشکر، احسان مندی کی بات ہے۔ اس سجدہ میں آنسو وہ ہیں جن سے قلب کی ٹھنڈک ہے۔ یہ نفسِ مطمئنہ کی منزل ہے۔ رب کی رضا کی جانب رجوع سے جنتوں میں داخل ہونے کی بشارت ہے۔ اس سجدہ کا لطف تو ساری کائنات لے رہی ہے۔ ارشاد ہے ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان۔'' اب متلاشی حق کو کائنات میں اس سجدہ تحمید، اس حمد و ثناء کی عکاسی دیکھ کر اور قرب حاصل کرنے کی تڑپ بڑھی اپنے وجود کی صلاحیتیں جاننے، اپنے عرفانِ باطن، ''عَرَفَ نَفْسَهٗ'' کا اور شوق بڑھا۔ ارشاد بھی ہوا۔ ''سو وہ راہ پر نہیں چلتے، کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے۔'' شدّت شوق میں باطن میں غوطہ زن ہوئے۔ ''علمِ لُدُنّی'' عطا ہوا۔ ظاہر کے پسِ پردہ عینِ معنی پر نظر پڑنے لگی۔ اب معلوم ہوا کہ آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزیں اپنی زمین وجود (نفس لطیفہ نفس، قلب) اور اس کے آسمان لطائف (روح، سر، خفی، اخفا) کی باتیں ہیں۔ قرآن کی آیات تو نشانی ہیں۔ حقیقت کی جانب اشارہ ہیں۔ وہ حقیقت سطحی علم یعنی عقل و خرد کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ بغیر باطن میں غوطہ لگائے۔ بغیر یَتَفَکَّرُوْن کا انداز برتے، عینِ معنی کی فہم کیسے ہو۔ یہ باطن کے چراغ روشن ہونا، باطنی سجدہ

ریزی سے ہی ممکن ہے۔ یہ نورِ عقل کا فیضان تیسری آنکھ کھلنے کی بات ہے۔ سجدہ میں ہی تیسری آنکھ کوکب ''دریۃ'' بنتی ہے۔ اسی علم لدنی کے ذریعے حقیقت کا عرفان ہوتا ہے۔ پھر حقیقت خود ہو جانا تو کرم کی بات ہے۔ مقامِ جبروت کی بات ہے۔ جب یار گلے سے لگا لے ادھر کے کرم سے نوازے گئے تو اس تشکر میں سجدۂ شوق ادا ہو۔ اب عاجزی، بندگی، احکام کی بجا آوری کا لطف وہی جانے جو شوق کی منزلیں پوری کر رہا ہو۔ اس سجدہ شوق کے بعد ہی ظہور انسانیت ہے۔ یہ سجدہ بے بسی کا اظہار نہیں ہے۔ بلکہ عجز کا سجدہ ہے۔ عشق کا سجدہ ہے، سجدۂ نیاز ہے۔ یہ تشکر کا سجدہ ہے۔ یہ عجز کا معجزہ ہے کہ ہر بلندی کا پستی کی جانب نزول سنت الٰہی میں شامل ہے۔ یہ کمالِ عجز ہے کہ عاجز اگرچہ ہر ایک کے قدموں میں ہوتا ہے، مگر اتنا کون جھکتا ہے جو اس کے مقامِ عجز تک پہنچ سکے۔ شائد سراپا لطافت ہو کر ہی اتنا جھکا جا سکتا ہے کہ سجدے میں یہ حسنِ حقیقت دیکھ لے۔ عجز ہی تو بندگی کا حسن ہے۔ نیاز تو بندگی کا حسن ہے۔ نیاز مندی ہی تو شوق کی نشانی ہے۔ عاشق ہی عاجز و نیاز مند ہوتا ہے۔ عاشق ہی ہر چیز محبوب کے قدموں پر نثار کرتا ہے۔ کیسی انفرادیت، کیسی انا، سب کچھ محبوب پر تصدق۔ اس فدائیت کے جذبہ میں عشق کی مستی چھائی۔ تو ہی تو، اللہ ھُو عشق ذات چھلکا۔ درِ محبوب کی سیڑھی پر سجدہ کیا۔ یہ سجدہ اپنی خودی کو مظہر ربوبیت کو حوالے کر دینے کی نشانی تھی۔ یہ عاشقِ ذات کا، جلالِ ذات کو سجدہ تھا۔ وہ جلال کہ آنکھ نہ ٹھہر سکے۔ سجدہ سے سر نہ اٹھ سکے۔ کسی مغنی نے اس سجدہ کے شعر کی تکرار بھی کی تھی۔ رحمٰن کی آیت یہ بھی تو تھی۔ یہ وہی نقشہ تھا کہ جب ان کے آگے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اس سجدے، ان آنسوؤں کی لذت وہی

جانے جس کو یہ سجدہ نصیب ہوا ہو بس ایک ہی سجدہ میں نماز۔ یہ گذری ہوئی سی بات ہے کہ بس یاد ہے۔ بلکہ یہ تو ایک زندہ حقیقت سی ہے۔ یہ عشق کا سجدہ، محبوب کے دیار میں سر کے بل لے جاتا ہے۔ قدم قدم پر سجدہ، کامل عجز کا سجدہ، کامل ہوش کا سجدہ اصل کی جانب رجوع ہے۔ یہ وہ سجدہ ہے جس کے لیے کہا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اور اتمامِ ذات کے لطف کے لیے ایک سجدہ اور بھی تو کرتے چلیں۔ وہ شوقِ والہانہ کا سجدہ، سرمستی کا سجدہ، کامل سپردگی کا سجدہ جس کے لیے کہا ہے۔

لاؤ اک سجدہ کروں عالمِ سرمستی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

یہ جمالِ ذات کے مقام سے سجدہ ہے، محبوبیت کا سجدہ ہے۔ عورت ذات کی فطرت میں سجدہ ہے۔ کامل سپردگی، ربوبیت کے لیے بیقراری۔ یہ سجدہ اپنے کلی وجود سے، بارگاہ ربوبیت میں سجدہ ریزی ہے۔ یہ مے کا سجدہ ہے مے نوش کو، جام سفال کا سجدہ ہے مینا کو۔ اس سجدہ میں جسم کی مٹی، زمین کی مٹی کے اور قریب آ گئی ہے۔ ربوبیت اور ربوبیت سے قریب تر ہو جانے کے لیے بے تاب ہے۔ اس والہانہ پن میں ذرہ ذرہ کو سجدہ ہے۔ پتا پتا کو سجدہ۔ اس سجدہ میں منزل کی تلاش میں افق حدِ نظر ضرور ہوتا ہے مگر اس تک پہنچ نہیں ہوتی۔ البتہ سجدہ میں جھکے، افق پیشانی میں سمٹ آیا۔ آسمان نے زمین کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ محبوبیت ہے۔ ربوبیتِ زمین اس آسمان کے لیے ایک کنارہ

ایک آغوش بن گئی ہے۔شوقِ ربوبیت میں اپنے کلی وجود کا نذرانہ پیش ہو رہا ہے۔جسم، جان، قلب سب سجدوں کے ساتھ نثار۔ سب کچھ نذر کر کے فارغ ہوئے۔ بے حس بے جان ہوئے۔ جیسے مُردہ غُسال کے ہاتھ میں۔ جیسے نقش نقاش کے ہاتھ میں۔ اب کہیں حسنِ عروسِ ذات نکھرا ہے۔ رویم بسوئے قبلہ۔ اب جنازے کے لیے زمین بوس ہو کر سجدہ کہاں،عرش خود اس کی جانب سجدہ کناں ہے۔ ظاہر اپنے باطن کو سجدہ کر رہا ہے۔کائنات اس محبوب ذات کو سجدہ کر رہی ہے۔''وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانْ'' آئینہ کائنات میں اپنے ہی سجدہ کا عکس نظر آ رہا ہے۔ اب مردہ جسم ہو کر اپنا سجدہ کائنات کے سپرد ہے۔ اب کہیں وَاسْجُدْ وَقْتَرِبْ کی توحید میں ہوگئے۔ بلکہ خودعینِ سجدہ ہوگئے۔

کمالِ نبوت میں یہ سب سجدے، اپنی ذاتِ کل کے سجدے تھے۔ یہ سجدے نازش دوراں ہیں''وَالنَّجْمُ والشَّجَرُ یَسْجُدَان'' اسی ناز سے ساری کائنات سجدہ کناں ہے۔ ستارے سر کے بل عشق کے سجدہ دوام میں ہیں۔ سیارے ان کے گرد رقص کناں ہیں۔سجدوں پہ سجدے ہر طرف ہو رہے ہیں یہ سجدہ میزان ہیں، کامل بھروسوں میں سجدے ہیں۔ لامتناہی فاصلوں اور خلاء درخلا وسعتوں میں بھی ماں کی گود پر بھروسہ ہے۔ آغوشِ رب میں یہ سجدے میسر ہیں۔ اور اشجار بھی سجدہ کناں ہیں۔ ہواؤں میں سجدہ، روشنی کی کرنوں میں سجدہ، آسمان کی رفتوں میں سجدہ، زمین کی گود میں سجدہ، اورنجم وشجر ہی کیا ساری کائنات سجدہ میزان میں ہے۔ کہکشاں درکہکشاں سر کے بل سجدہ میں چلی جا رہی ہے۔سرودِ کُن فکاں کی تال کے ساتھ یہ سجدے ہیں۔ بادل بھی سر کے بل، ہوا بھی سر کے بل، پہاڑ بھی سر کے بل، میدان بھی سر کے بل، سمندر بھی سر کے بل،موج دریا بھی سر کے بل، زمین میں بیج بھی سر کے بل، ہل بھی سر

کے بل، پھل، پھول، پتے سر کے بل، حیوانات چرند، پرند، چوپائے سب سر کے بل، پھر ایسے میں شبِ قدر ہو جائے تو ہر شے سر کے بل سجدہ میں کیسے نہ جائے۔ انسان کی بھی جب شبِ قدر ہو جائے وہ ہزار مہینوں سے بہتر خیر والی شب تو محبوب کا ساتھ ہو۔ نامہ ہجر طے ہو۔

شبِ قدر است طے شدہ نامۂ ہجر

سَلَام'' ھِیَ حَتّٰی مَطلَعِ الْفَجْر

اب اپنا طلوعِ فجر ہے۔ صبح تک سلام ہی سلام ہے۔ دائم وصال ہے محبوب کے ساتھ۔ دائم قیام ہے۔ یہ قرب اور قیام بھی سجدۂ دوام ہے۔ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' سجدہ کا تعلق اسی لیے قیام سے ہوا۔ بغیر قیام کے سجدہ کہاں۔ یہ سجدہ خودی کا اقرار بھی ہے۔ اور اس خودی کو حوالے کر دینے کی نشانی بھی۔ یہ خودی کو حوالے کرنا۔ یہ ذاتِ کُل کی سطح پر مَیں اور تو کی توحید میں، پھر ''میں'' کو قربان کر دینا، بڑی چیز ہے۔ نماز میں دو سجدے اسی وجہ سے ہیں۔ پہلا سجدہ اقرارِ بندگی کا۔ اے رب تو نے مجھے بندہ بنا کر بڑا احسان کیا۔ ''سبحان رب الاعلیٰ'' گویا یہ دونوں سجدے نفی اثبات کی تکرار ہیں۔ اور محبوبیت کے صدقے میں یہ بھی بخشش ہے کہ قائم الصلوٰۃ ہو کر تقاضائے بندگی میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کر لیا، نماز ہوگئی۔ بندگی پوری ہوئی۔ مقامِ محبوبیت مقامِ جبروت میں پہنچنے کے بعد، اب کسی غیر کو سجدہ شرک قرار دیا گیا۔

ان عشق کی منازل سے عروج کر کے جب اور باطن کھلا، روح کی منزل میں اٹھا لیے گئے، روحِ اعظم سے رابطہ ہوا، وحدت الوجود کی مستی چھائی، سب کچھ ایکائی میں ہے۔ ایک سب کچھ ہے، کون کس کو سجدہ کرے۔

وحدت الوجود میں دوئی کہاں جو سجدہ کا خیال آئے۔ مچھلی کو کہیں کہ تو پانی کو سجدہ کر، تو پانی میں ہو کر پانی کو سجدہ کیسے کرے۔ پانی سے باہر ہو تو سجدہ کرے۔ البتہ اس مستی وحدت الوجود میں بھی عاجزی کو نہ چھوڑے۔ غوطہ لگائے تو سجدہ ادا ہو۔ ورنہ تکبّر لے ڈوبے گا۔ طالب حق کا بھی رابطہ الحیات سے ہو جائے العشق سے متصم ہو جائے تو اس حالت وحدت الوجود میں اسے اپنی جان یا عشق کا احساس کیسے ہو۔ ''ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ'' اگر احسان کو نہ بھولے تو اس ایکائی میں بھی جب روح حکمِ ربّی یعنی اَمرِ حق سے نوازے گئے، محبوبیت میں اپنائے گئے تو شکریہ وجود ضرور طاری ہوگا۔ یہ احسان وجود ہی تھا جس کے ذریعہ یہ ارتقائی مدارج روح کو حاصل ہوئے۔ قرب کے مقامات میں داخل ہوئے تو سجدۂ تشکر یہاں اور لازم آیا۔ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' یہ وجود کیسا احسان ہے کہ اپنے حسن باطن کو بھی اظہار کا موقع ملا۔ اور عشق بھی سربسجود ہوا۔ ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' ہوا۔ محبوبیت کی یہ ادا جب اپنے ہی آئینہ میں دیکھی۔ محبوب سبحانی کی جھلک پائے۔ ''سبحانی ماعظم شانی'' تو سجدہ میں جھکے نکتہ پر پہنچے۔ اپنی پیشانی کی مشکوٰۃ میں ''کَوْکَبٌ دُرِّیَّۃٌ'' کی تجلی اس سجدہ ریزی میں حاصل ہوئی۔ اس تیسری آنکھ سے نورِ محمدیؐ کی ضیاء اپنے میں پائی۔ نور نے نور کو سجدہ کیا۔ اس ''اَوْ اَدْنٰی'' کی شدّتِ نور، لیزر کی شعاعوں کی طرح نشر ہونے لگی۔ اپنے فکر کی سرچ لائٹ کا جدھر رخ کیا اندھیرے اجالے بنتے چلے گئے۔ یہ جنگ بدر کا سجدہ ہے، جس کے صدقے میں فتح کی بشارت ملی۔ یہ سجدہ بھی انداز عاجزی میں ادا ہوا۔ مقام عاجزی کا اپنا اپنا محبوب بن کے۔ رحمت عالم ہو کے سجدہ عاجزی کرنا وہ سجدہ ہے جس سے زمین کانپ جائے۔ زمین سب سے عاجز، سب سے حقیر، عاجزی کی نشانی

زمین، جب رحمتِ عالم جیسی عاجزی کے آگے خود کانپنے لگ جائے تب ہی کہیں سنت ادا ہو۔ اس کے بعد انعامات کی وعید، فتح کی خوش خبری پا کر تشکر میں اس طرح سجدہ عاجزی کے کرنا کمالِ انسانیت ہے۔ یہ سجدہ عرش کو بھی ہلا دیتا ہے۔اس تشکر کے جذبے میں لازمی طور سے عجز شامل ہے۔ اس سجدہ میں فدا ہونا بھی ہے، تشکر بھی، ناز بھی ہے، احسان بھی۔ اس سجدۂ عجز سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ عشق سے نہیں۔ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' شہنشاہِ دو عالم ہو کر عاجزی کا مقام ہے یہ ہے توحیدِ محمدیؐ کا آغاز۔ اس اونچے سے اونچے مقام پر بھی کوئی تکبر نہیں، کوئی مستی نہیں۔ کوئی تمنا نہیں، بے اعتنائی نہیں، کوئی خوش فہمی، خود اعتمادی نہیں۔ یہ توحید، کامل سپردگی خودی ہے۔ ذات کل کے ساتھ میں بھی توحید اقرارِ بندگی ہے۔ یہ توحید دل کے عجز سے پیدا ہوتی ہے۔ اب عقل کا دخل کہاں۔عقل تو حکومت چاہتی ہے۔مگر یہ توحیدِ محمدیؐ، رَحْمَتَ اللِّعالمینی میں بھی سربہ سجود رکھتی ہے۔

اب لطافتوں میں بس رہے ہیں۔ وجود بھی درمیان میں حجاب ہے۔ ھُوْ میں قیام ہے۔پھر بھی وجود کی سنت اپنائی جا رہی ہے۔ مقامِ عَبْدُہٗ کی توبہ کی جارہی ہے۔ مَاعَرَفْنَاکَ۔ (نہ پہچانا حق تیرے پہچاننے کا) یہ مقامِ قرب حاصل ہو جانے کے بعد بھی توبہ ہے۔ استغفارِ وجود کی توبہ ہے۔ اس مقام پر کاملین کا سجدہ ہے۔

زاھداں را سجدہ سجود　　کاملاں را ترکِ وجود

اس ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' کا اسبق تو ہر ایک کو دھرانا ہے۔سجدۂ آدمؑ، سجدۂ نوحؑ، سجدۂ ذکریاؑ، سجدہ یحییٰ، سجدۂ ایوبؑ، سجدۂ داؤدؑ، سجدہ یونسؑ، سجدہ ابراہیمؑ، سجدہ یعقوبؑ، سجدہ موسیٰؑ، سجدہ عیسیٰؑ، سجدہ امام مرسلین۔ ''سلامٌ علیٰ

المُرسَلِیْن''

آؤ رضائے اسمٰعیلی میں سر جھکا کر دیکھیں۔ خنجر کے آگے سر بسجود ہو جائیں۔ مگر ابھی وقت کہاں۔ سجدہ کی جگہ تو مقامِ کربلا ہے۔ سربسجود ہو کر پیش کرنے میں جمعیت کا رنگ آئے، تب نقش جمے۔ رہتی دنیا تک ایک مثال تو پیش ہو جائے۔ بہتر کے ساتھ حسینؓ کا سجدہ قبول ہوا۔ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' اس قبولیت کے شکرانے میں امام زین العابدینؒ کا سجدۂ شکر بھی تو ادا کرتے چلیں، کہ ابھی تھوڑی رات باقی ہے۔ دن نکلنے کو ہے۔ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ'' کی صدائے بازگشت حریمِ ناز سے آرہی ہے۔

دیکھئے کیا شور اٹھتا ہے حریمِ ناز سے
سامنے اک آئینہ رکھ کے پھر سجدہ کریں

سنت

حضرت علیؓ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ آپؐ کی سنت کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

- معرفت میری اصل پونجی ہے۔
- میرے دین کی جڑ عقل ہے۔
- محبت میری بنیاد ہے۔
- شوق میری سواری ہے۔
- اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔
- اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے۔
- اندوہ دل میرا رفیق ہے۔

- میرا حصار میرا عمل ہے۔
- صبر میرا لباس ہے۔
- رضائے الٰہی میری غنیمت ہے۔
- عاجزی میرا فخر ہے۔
- زہد میرا پیشہ ہے۔
- یقین میری روزی ہے۔
- صدق میرا ساتھی ہے۔
- اطاعت کرنا میری عزت ہے۔
- جہاد میری خصلت ہے۔
- میری آنکھ کی ٹھنڈک نمازیں ہیں۔

دعائے غوث الاعظمؒ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِوَصْلِکَ مِنْ صَدِّکَ وَبِقُرْبِکَ مِنْ طَرْدِکَ وَ بِقَوْلِکَ مِنْ رَدِّکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَھْلِ طَاعَتِکَ وَوَدِّکَ وَاَھِلْنَا لِشُکْرِکَ وَبِحَمْدِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ○

اے اللہ۔ ہم پناہ مانگتے ہیں۔ اس سے کہ تیرے وصل کے بعد رو کے جائیں۔ تیرے مقرب بن کر نکالے جائیں۔ تیرے مقبول ہونے کے بعد مردود ہو جائیں۔ ہم کو اپنی عبادت کرنے والوں اور محبوں میں داخل کر لے۔ اور ہم کو اپنے شکر اور حمد کی توفیق عطا فرما۔ ''یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''

❁❁❁❁